مطبوعات

سیکولرزم اِن انڈیا (بزبان انگریزی) جوشوا فضل دین صاحب سابق نائب وزیر قانون قیمت چار روپے صفحات ۱۴۵ ملنے کا پتہ: دی پنجابی دربار پبلشنگ ہاؤس۔ ۵۵ مزنگ روڈ لاہور

کتاب کے مصنف اس ملک میں عیسائیوں کے ایک ممتاز رکن ہونے کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں فاضل مصنف نے اُن خطرات کی نشاندہی کی ہے جو سیکولرزم کی ترقی کی وجہ سے ہندوستان کو درپیش ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ بڑا وقیع ہے اور فاضل مصنف کی دقتِ نظر کی ہر لحاظ سے ترجمانی کرتا ہے۔ جوشوا صاحب نے دلائل کے ساتھ اس حقیقت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان میں سیکولرزم دراصل کمیونزم کا پیش خیمہ ہے۔ اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

> "انسان کے روزمرہ کے معاملات کو جب خدا سے بے نیاز ہو کر حل کیا جاتا ہے تو اس کا آخری نتیجہ لازمی طور پر انکارِ خدا ہی ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے لیے سیکولرزم انسان کے اندر حقائقِ کائنات کے بارے میں ایک غیر جانبدارانہ روش اختیار کرنے میں مدد دے، لیکن چونکہ اس طرزِ عمل کے سوتے الحاد سے پھوٹتے ہیں اس لیے یہ انداز انسان کو جلد ہی کمیونزم کی آغوش میں لے جاتا ہے"

بے جا نہ ہوگا اگر ہم جوشوا صاحب کے بعض تجزیوں کے بارے میں بھی چند معروضات پیش کریں۔

مسئلۂ کشمیر کے بارے میں انہوں نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ کافی حد تک محلِ نظر ہے اُن کا موقف یہ ہے کہ پاکستان کا حق ہندوستان کی نسبت کشمیر پر اس لیے فائق ہے کہ خطۂ پاک کی معاشی ترقی

اسی سے وابستہ ہے۔" ہمیں تسلیم ہے کہ بہت سی دیگر وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ہے لیکن انہوں نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوتے مذہبی اساس کی اہمیت کو جس طرح کم کیا ہے وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی وہی بنیاد درست ہے جس بنیاد پر برعظیم تقسیم ہوا تھا۔ معاشی وجوہ ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔

پھر ان کا یہ ارشاد بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

"کہ ایک ہزار سال میں ہندومت نے مسلمانوں کو معاشرتی اور تہذیبی میدانوں میں اس حد تک شکست دے دی تھی کہ مسلمانوں کے بہترین طبقوں نے بھی اپنے لیے اچھوتوں کی حیثیت تسلیم کر لی۔"

ہندو قوم شروع سے ہی نسلی تفاخر میں مبتلا چلی آرہی ہے اور چھوت چھات کے یہ سارے ہنگامے صرف اسی غلط رجحان کا اظہار ہیں۔ یہی مرض آج ہندوستانی سماج کو گھن کی طرح کھا رہا ہے۔ جس چیز کو جوشوا صاحب ہندومت کی روحانی برتری کہتے ہیں وہ درحقیقت ایک روگ ہے۔ اس کے متعلق خود ہندوستان کا سوچنے والا طبقہ جس تشویش کا اظہار کر رہا ہے اس کا اگر اندازہ لگانا مقصود ہو تو وہاں کے نامور جج مسٹر دھاون کا وہ خطبۂ صدارت ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے بنارس یونیورسٹی میں گذشتہ سال دیا تھا۔

پھر مارشل لا کے متعلق یہ کہنا کہ "اس قسم کا طرز حکومت اہلِ پاکستان کی نفسیات اور مزاج کے مطابق ہے" اس ملک کے باشندوں کی تذلیل ہے۔ یہ بات اگر کسی ... سرکاری افسر کے منہ سے نکلتی تو کوئی تعجب انگیز نہ تھی لیکن یہ چیز اُس شخص کو زیب نہیں دیتی جسے ملک کے عوامی احساسات کی ترجمانی کا دعویٰ ہے۔